تقریری احادیث کی روشنی میں معاصر عائلی مسائل کا شرعی استنباط: ایک تحقیقی جائزہ

Sharīʿah Derivation of Contemporary Family Issues in Light of Taqrīrī Hadith: A Research Review

Abdul Qadeer Siddiq
PhD Scholar, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra
Email: aq487214@gmail.com

Dr Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra
Email: shahidaminn@live.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abctract

This paper delves into the juristic weight of Tacit (Taqreeri) Hadith—instances where the Prophet Muhammadﷺ silently approved of certain actions or statements—as a meaningful source in shaping modern family law within Islam. Although spoken and enacted Hadith have traditionally dominated Islamic legal interpretation, this study argues that tacit approval holds equal authority in establishing normative rulings. By examining five illustrative Taqreeri Ahadith, the research sheds light on their legal relevance to contemporary issues such as wedding festivities, marriages without an agreed-upon dowry, mutual rights between spouses, birth control practices like coitus interruptus, and the use of DNA or physical resemblance in determining lineage. In each case, the Prophet's علیہ السلام silence or implicit consent is presented as a legitimate basis for permissibility. The study ultimately contends that Taqreeri Hadith offer a flexible yet authentic framework for addressing modern familial and societal dilemmas. It further recommends integrating this dimension of Hadith more thoroughly into Usul al-Fiqh curricula and encouraging its active role in present-day legal scholarship.

Key words: *Taqreeri Hadith, Tacit Approval, Islamic Family Law, Marriage (Nikah), Dowry (Mahr), Contraception in Islam, Lineage (Nasab), DNA and Shariah, Prophet Muhammad ﷺ Usul al-Fiqh, Silent Sunnah, Modern Jurisprudence, Islamic Legal Theory, Spousal Rights, Islamic Marriage Contract*

تعارف:

سیرتِ نبوی علیہ السلام صرف ماضی کا سرمایہ نہیں بلکہ ہر دور کے انسان کے لیے قابلِ عمل نمونہ ہے۔ آقا علیہ السلام کے ارشادات، افعال اور خاموش تصویب سبھی امت کے لیے حجت ہیں۔ اگرچہ قولی اور فعلی احادیث زیادہ معروف ہیں، مگر تقریری احادیث فقہی استنباط میں نہایت مؤثر اور گہری اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ سنتِ تقریریہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ بعض اوقات خاموشی بھی ایک صریح پیغام ہوتی ہے۔

آج کا مسلمان، بدلتے معاشرتی مزاج اور جدید طرزِ زندگی کے سبب کئی عائلی پیچیدگیوں کا شکار ہے۔ ایسے میں اگر ہم صرف ظاہری احکام تک محدود رہیں، تو کئی مواقع پر رہنمائی ممکن نہیں رہتی۔ یہی وہ لمحہ ہے جہاں تقریری حدیث ہمیں نئی جہتیں فراہم کرتی ہے۔ احادیث کی مختلف اقسام میں "تقریری حدیث" ایک ایسا پہلو ہے جو بظاہر خاموشی ہے، مگر اس کی گہرائی میں شریعت کی تائید چھپی ہوتی ہے۔ جب رسولِ اکرم علیہ السلام نے کسی قول یا عمل پر کوئی نکیر نہ فرمائی، تو یہ خاموشی بذاتِ خود اس فعل کی تائید تصور کی گئی۔ نبی کریم علیہ السلام کی خاموشیاں بعض اوقات ایسے گہرے پیغامات سمیٹے ہوتی ہیں جو صدیوں بعد بھی راہ دکھاتی ہیں۔ سنتِ تقریریہ کی یہی وہ خاموش تاثیر ہے جو جدید چیلنجز کے بیچ میں رہنمائی کا چراغ بن سکتی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہم ان خاموش احادیث کی آواز کو سنیں، سمجھیں، اور ان سے عملی رہنمائی حاصل کریں۔

یہ تحقیقی آرٹیکل انہی خاموش منظوریوں کی روشنی میں کچھ اہم معاصر عائلی مسائل کا تجزیہ پیش کرتا ہے، جن میں نکاح کی تقریبات، مہر کے بغیر نکاح، ازدواجی حقوق، مانع حمل ذرائع، اور نسب کی جدید شناختی تکنیکیں شامل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ امت کو یہ باور کروایا جاسکے کہ سنتِ تقریریہ نہ صرف اصولی اعتبار سے معتبر ہے، بلکہ عملی سطح پر بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

نکاح کی تقریبات: شرعی خوشی اور موجودہ انداز

قال الإمام البخاري بسنده "عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ، حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ"."[1]

"حضرت ربیّع بنت معوّذ ؓ نقل کرتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام میرے نکاح کی صبح میرے پاس تشریف لائے، اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھے جیسے آپ (راوی) میرے قریب بیٹھے ہیں۔ اس وقت کچھ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر کے دن اپنے شہید والدین پر نوحہ (مرثیہ) کر رہی تھیں، یہاں تک کہ ایک لڑکی نے کہا: "ہمارے درمیان ایک نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔" تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "ایسا نہ کہو، وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔"[2]

نبی کریم علیہ السلام کا حضرت ربیّع بنت معوذ ؓ کے نکاح میں شرکت فرمانا اور دف بجاتی لڑکیوں کو نہ روکنا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ خوشی منانا دین کے دائرے میں ممکن ہے البتہ حد سے نہ گزرے۔ ہاں، جب ایک شعر میں غیب دانی کی بات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے روک دیا، گویا خوشی کی اجازت ہے، مگر عقیدہ سلامت ہو۔ اس سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ خوشی یا کے اظہار میں عقیدہ اور شرعی اصول کبھی قربان نہیں کیے جاسکتے۔

موجودہ دور میں شادیوں کا منظر نامہ بدلا ہوا ہے۔ ڈی جے، ناچ گانا، اور غیر شرعی رسوم عام ہو چکی ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ شرعی خوشی، جیسے دف، اسلامی ترانے، یاHalal beatboxing ، نہ صرف جائز بلکہ سنت کے مطابق بھی ہے—بشرطیکہ فحاشی سے پاک ہو۔

بغیر مہر کے نکاح:

قال الإمام أبو داؤد بسنده" عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يفرض لَهَا الصَّدَاقَ، فَقَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ "قَضَى بِهِ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِق."[3]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا: ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، لیکن نہ اس سے جماع کیا اور نہ ہی مہر مقرر کیا پھر وہ وفات پا گیا۔ تو عبد اللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: "اس عورت کو پورا مہر ملے گا، اس پر عدت لازم ہے، اور وہ میراث کی بھی حقدار ہو گی۔ یہ سن کر معقل بن سنان اشجعیؓ نے کہا: "میں نے آقا علیہ السلام کو بَروَع بنتِ واشق کے بارے میں یہی فیصلہ کرتے سنا تھا۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ بہت خوش ہوئے۔"[4]

حضرت بروع بنتِ واشق ؓ کے واقعے میں آقا علیہ السلام نے بغیر مہر کے ایجاب و قبول کو نکاح کے لیے کافی جانا، اور بعد میں مہرِ مثل کی ہدایت فرمائی۔ یہ ایک ایسی تقریری حدیث ہے جو نکاح کی اصل بنیاد یعنیؓ آمندی اور اعلان کو نمایاں کرتی ہے۔

بد قسمتی سے آج بعض افراد نکاح کو صرف جسمانی تعلق یا رخصتی سے جوڑتے ہیں، جو کہ شرعی لحاظ سے درست تصور نہیں۔ شریعت کا پیغام سادہ اور واضح ہے۔ نکاح ایجاب و قبول سے مکمل ہو جاتا ہے، باقی تفصیلات اس پر لاگو ہوتی ہیں۔ نکاح محض ایک سماجی تقریب یا رسم نہیں، بلکہ وہ ایک قانونی، شرعی اور مالی معاہدہ ہے جس کے اثرات فوراً شروع ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو بھی نکاح ہو جاتا ہے۔

ازدواجی مفاہمت اور زوجہ کے حقوق: نرمی و حکمت

قال الإمام البخاری بسنده"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ "وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَة."[5]

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ سیدہ سودہ ؓ نے اپنی باری کا دن سیدہ عائشہ ؓ کو ہبہ کر دیا۔ اور آقا علیہ السلام حضرت عائشہ کے لیے ان کے دن اور سیدہ سودہ ؓ کے دن کی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔[6]

حضرت سودہ ؓ کا اپنے دن حضرت عائشہ ؓ کو دینا اور آقا علیہ السلام کا اس پر خاموش رہنا نہ صرف اس کی اجازت ہے بلکہ اس میں حکمت بھی چھپی ہے۔ ازدواجی زندگی میں بعض اوقات فریقین باہمیؓ آمندی سے ایسے فیصلے کرتے ہیں جو رسمی قانون سے ہٹ کر ہوتے ہیں مگر عملی زندگی کو سہل بناتے ہیں۔

یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اگرچہ عدل لازم ہے، لیکن باہمی مفاہمت بھی شریعت کی روح ہے۔ حضرت سودہؓ کا اپنا حق خوش دلی سے ترک کر دینا اور حضرت عائشہؓ کو دینا اس بات کی علامت ہے کہ بعض اوقات اپنے ذاتی حق کو چھوڑ دینا تعلقات میں خوشگواری اور دلوں میں قربت پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ شریعت میں حق کا ترک، اگرؓ آمندی اور خیر خواہی کے ساتھ ہو، تو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر بھی ہے۔

مانع حمل تدابیر: شرعی گنجائش اور حد بندی

قال الإمام المسلم بسنده"عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: "كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ، فَلَمْ يَنْهَنَا."[7]

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے، فرمایا کہ ہم آقا علیہ السلام کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے، تو یہ خبر آقا علیہ السلام تک پہنچی، آپ علیہ السلام نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔[8]

حضرت جابر ؓ کی روایت جس میں "کنا نعزل" کے الفاظ ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آقا علیہ السلام کو علم ہونے کے باوجود آپؐ نے کوئی انکار نہ فرمایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں خاموشی، اجازت کی علامت ہے۔

آج کے دور میں birth control کے کئی ذرائع موجود ہیں۔ شریعت انہیں مکمل رد نہیں کرتی, بلکہ اُن کی اجازت مخصوص شرائط اور مقاصد کے تحت دیتی ہے، جیسے ماں کی صحت کا تحفظ، بچوں کی بہتر تربیت و کفالت، یا دیگر شرعی و معقول عذر، بشرطیکہ یہ عمل وقتی ہو، دائمی طور پر نسل کشی کے ارادے سے نہ کیا جائے اور کسی حرام یا ضرر رساں طریقے سے نہ اپنایا جائے۔

DNA اور نسب کی تحقیق: سائنس اور شریعت کا امتزاج

قال الإمام البخاری بسنده "عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ، فَقَالَ: " يَا عَائِشَةُ، أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا المُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ، قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ"[9].

حضرت عائشہ ؓ مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دن آقا علیہ السلام میرے پاس آئے تو آپ خوش تھے، اور آپعلیہ السلام نے فرمایا: "اے عائشہ! تم نہیں دیکھ رہی کہ "مجزز مدلجی" میرے پاس آئے تو انہوں نے اسامہ بن زید اور زید کو دیکھا حالانکہ ان پر چادر تھی، ان دونوں نے اپنے سر لپیٹ رکھے تھے اور ان کے پاؤں ظاہر تھے۔ تو اس نے کہا: "کہ یہ پاؤں ایک دوسرے میں سے ہیں۔[10]

مجزز مدلجی حضرت اسامہ اور زیدؓ رضی اللہ عنہما کے قدموں سے ان کے نسب کی مماثلت پہچانتے ہیں، اور آقا علیہ السلام کا خوش ہونا، اس بات کا اشارہ ہے کہ قیافہ کو شریعت میں وزن حاصل ہے۔

شریعت میں ظاہری قرائن اور علامات کو کسی حد تک اہمیت دی جاتی ہے، مگر ان پر مکمل شرعی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جاتی۔ قیافہ، جو ماضی میں ظاہری اعضا سے نسب کی شناخت کا ایک فن تھا، آج سائنسی ترقی کے ساتھ DNA ٹیسٹ کی شکل میں ایک زیادہ درست اور سائنسی قرینہ بن چکا ہے۔ تاہم اصولی طور پر یہ بھی ظنی دلیل ہے، قطعی نہیں، کیونکہ شریعت نسب کے ثبوت میں بنیادی انحصار نکاحِ صحیح اور فراش کے اصول پر کرتی ہے (یعنی بچہ اس بستر کا ہے جس پر نکاح کے بعد ولادت ہوئی)۔ لہٰذا DNA رپورٹ کو عدالتی معاونت کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے، لیکن شریعت کے بنیادی اور قطعی اصولوں کو بدلنے کا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس سے توازن قائم رہتا ہے کہ سائنسی سہولت سے مدد بھی لی جائے اور شرعی نصوص کی اصل روح بھی محفوظ رہے۔

ازدواجی ناپسندیدگی کی بنیاد پر علیحدگی کا حق (خلع)

قال الإمام البخاری بسنده "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "اقْبَلِ الحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً."[11]

حضرت ثابت بن قیس ؓ کی بیوی نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئی اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس کے اخلاق یا دین میں کوئی عیب نہیں پاتی، لیکن مجھے اسلام میں کفر پسند نہیں۔ (یعنی میں اُن کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہونے کو ناپسند کرتی ہوں)۔ تو آقا

علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم ان کا باغ واپس کرو گی؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں۔" تو آقا علیہ السلام نے فرمایا: "باغ قبول کرو اور اسے ایک طلاق دے دو۔

سیدنا ثابت بن قیس ؓ کی بیوی نے کسی اخلاقی اور دینی عیب کے بغیر صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے ان سے خلع لی اور نبی علیہ السلام نے انہیں منع نہیں کیا۔ لہٰذا کسی عیب کے بغیر صرف ناپسندیدگی کی بنیاد پر بھی عورت کا اپنے شوہر سے خلع لینا آپ علیہ السلام کی تقریر سے جائز ہوا۔

شریعتِ اسلامیہ میں نکاح صرف ایک جسمانی بندھن نہیں بلکہ رضامندی، باہمی عافیت اور ذہنی و جذباتی ہم آہنگی پر مبنی ایک اخلاقی و قانونی رشتہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اہلِ خانہ کے اختلافات کو صلح و مفاہمت سے حل کرنے کی ہدایت موجود ہے عورت اگر شوہر کے ساتھ ذہنی یا جذباتی ہم آہنگی نہ پائے، تو محض "ناپسندیدگی" کی بنیاد پر بھی علیحدگی کی درخواست دے سکتی ہے۔ جبری شادیاں، ثقافتی دباؤ، یا ایڈجسٹمنٹ نہ ہونے کی صورت میں عورت کا نفسیاتی تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ بغیر رضامندی کے نکاح یا دباؤ میں کیے گئے نکاح کی حیثیت اور اس سے علیحدگی کی شرعی گنجائش بھی موجود ہے۔ عورت کا عدالت میں خلع کی درخواست دینا، اور اس کا شرعی جواز خواہ شوہر راضی نہ ہو۔ عورت کے عائلی حقوق کا تحفظ یعنی عورت کی رضا، تحفظ، اور آزادی کو شرعی لحاظ سے قبول کرنا۔ اس پر جبر یا روایتی دباؤ کے خلاف شرعی اُصول مستنبط ہوتا ہے۔ خلع کی صورت میں مہر یا دیگر تحائف کی واپسی کے ضوابط جیسا کہ مذکورہ تقریری حدیث میں مذکور ہے۔ آج کے عدالتی نظام میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔ موجودہ عدالتی فیصلے جو خلع کو صرف جسمانی ظلم سے جوڑتے ہیں، ان کے شرعی عدم توازن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

حلالہ کی غیر شرعی صورتیں (Temporary/Pre-planned Halala)

قال الإمام البخاري بسنده" جَاءَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ، فَطَلَّقَنِي، فَأَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ: "أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لاَ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ."[12]

" حضرت عائشہ ؓ روایت فرماتی ہیں: "حضرت رفاعہ قرظی ؓ کی سابقہ بیوی نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئیں اور عرض کیا: "میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، انہوں نے مجھے طلاقِ بائن دے دی، پھر میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا۔ لیکن ان کے پاس تو وہ (قوت) بھی نہیں جو کپڑے کے کنارے کی دھجی (یعنی بہت کمزور یا نا قابلِ مباشرت مرد) ہو۔" (یہ سن کر) نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں، (ایسا ممکن نہیں) جب تک تم (عبد الرحمٰن کے ساتھ) ازدواجی تعلق قائم نہ کر لو اور وہ بھی تمہارے ساتھ۔

ایسے الفاظ جن سے عموماً شرم کی جاتی ہو ان کو مجلس میں بولنے کے جائز ہونے پر آپ علیہ السلام کی تقریر موجود ہے۔ کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام ان صحابیہ کو ضرور منع فرماتے۔ مخصوص نیت سے دوسرا نکاح کرنا تاکہ پہلی شادی میں رجوع کیا جا سکے جیسے کہ آج کل ایک رواج چل پڑا ہے۔ یہ واضح شرعی ممنوع ہے۔ "پیسے دے کر" حلالہ کرانا۔ اگر نکاح ثانی حلالہ کی نیت سے ہو اور دخول نہ ہو تو رجوع ممکن نہیں۔ شادی محض ایک رسمی "عمل" بن جائے تو اس کی شرعی حیثیت زائل ہو جاتی ہے۔

عدتِ وفات کی اقامت کا مسئلہ

قال الإمام أبو داود بسنده"أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَتْهَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ

فَقَتَلُوهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةٍ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "نَعَمْ"، قَالَتْ: فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي، أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ: "كَيْفَ قُلْتِ؟"، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ: "امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ"، قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ، وَقَضَى بِهِ."[13]

" حضرت فریعہ بنت مالک بن سِنان، جو حضرت ابو سعید خدری ؓ کی بہن تھیں، انہوں نے خبر دی کہ وہ آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ سے اجازت لیں کہ وہ اپنے خاندان بنی خدرہ کے پاس واپس چلی جائیں، کیونکہ ان کے شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو تلاش کرنے گئے تھے، اور جب وہ القدوم کے کنارے پہنچے تو غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ میں نے آقا علیہ السلام سے درخواست کی کہ میں اہلِ خانہ کے پاس چلی جاؤں، کیونکہ میرے شوہر نے نہ تو میرے لیے کوئی رہائش چھوڑی ہے اور نہ ہی خرچ۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں (یعنی اجازت ہے)"۔ میں نکل گئی، یہاں تک کہ جب میں حجرے یا مسجد میں تھی تو آپ علیہ السلام نے مجھے بلوایا یا کسی کو بھیجا کہ مجھے بلایا جائے۔ جب میں آئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے کیا کہا تھا؟" تو میں نے وہ سارا واقعہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے بارے میں عرض کیا تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا": اپنے گھر ہی میں عدت پوری کرو یہاں تک کہ کتاب (یعنی قرآن) کی مقرر کردہ مدت پوری ہو جائے"۔ چنانچہ میں نے اپنے (شوہر کے) گھر میں چار مہینے اور دس دن عدت پوری کی۔ پھر جب حضرت عثمان بن عفانؓ کا زمانہ آیا، تو انہوں نے مجھے بلوایا اور اس واقعہ کے بارے میں دریافت کیا، تو میں نے انہیں سارا واقعہ بتایا، چنانچہ انہوں نے بھی اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔

آقا علیہ السلام نے شوہر کے گھر ہی عدت مکمل کرنے کا حکم دیا لیکن دورانِ عدت ضرورت کی وجہ سے باہر نکلنے جیسے حضرت فریعہ شرعی مسئلہ پوچھنے کی نیت سے آپعلیہ السلام کے پاس آئیں اور آپ نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا۔ لہذا ضرورت کے تحت نکلنے کا جواز آپ علیہ السلام کی تقریر سے ثابت ہوا۔

لہذا آج کل اگر عورت دورانِ عدت بیمار ہو جائے اور علاج ضروری ہو تو وہ گھر سے نکل سکتی ہے۔ یہ اضطراری ضرورت کے زمرے میں آتا ہے۔ آقا علیہ السلام کی تقریری احادیث میں "ضرورت" کو استثنا کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر کوئی قریبی محرم موجود نہ ہو تو محفوظ طریقے سے اسپتال جانا جائز ہے۔ اسی طرح نوکری پیشہ خاتون کی مجبوری ہو اور شوہر کی وفات کے بعد کوئی مالی سہارا نہ ہو، تو وہ عدت کے دوران اپنی ملازمت جاری رکھ سکتی ہے۔ اگر مکان کرایہ پر ہے، بچے چھوٹے ہیں، آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں، تو فقہاء کی رائے ہے کہ "وہ دن میں ملازمت کے لیے جا سکتی ہے، مگر رات اپنے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے۔" فقہ حنفی میں "یومیہ خروج برائے ضرورت" کی اجازت بعض حالات میں دی گئی ہے۔ بعض اَوقات عورت کو کسی قانونی کارروائی یا وراثتی دعوے یا شکایت کے لیے عدالت یا پولیس اسٹیشن بھی جا سکتی ہے۔ یہ ضرورت حفظِ حقوق اور ظلم سے بچاؤ سے متعلق ہے، لہٰذا معتبر مقصد کے لیے جانا جائز ہے، بشرطیکہ واپسی جلد ہو اور عدت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اگر عورت کے پاس کھانے پینے یا دوا لانے والا کوئی نہ ہو، تو وہ خود جا سکتی ہے۔ یہ حاجتِ عامہ کے قبیل سے ہے، فقہاء نے اسے "یومیہ ضروریات کی خریداری" کے تحت جائز قرار دیا ہے۔ "الحاجة تنزل منزلة الضرورة" اگر کسی طالبہ کی عدت کے دوران اہم امتحان یا انٹرویو ہو تو وہ شریک ہو سکتی ہے۔ اسے تعلیم سے محروم رکھنا ظلم ہے، لہٰذا عزت و پردے کے ساتھ فوری واپسی کی شرط پر جائز قرار دیا جا سکتا ہے، اگر ری شیڈول ممکن نہ ہو۔

عورت دورانِ عدت کسی قریبی عزیز (ماں، باپ، بیٹا) کی وفات پر جنازہ میں شریک ہو سکتی ہے۔ اکثر فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے، مگر بعض اہلِ علم نے شدید غم کے موقع پر عارضی خروج کی اجازت دی ہے بشر طیکہ: آنکھوں میں نم ہو رات وہی عدت والے مکان میں گزارے بے پردگی نہ ہو۔

حدیثِ فُرَیعَہ بنت مالک رضی اللہ عنہا میں نبی کریم علیہ السلام نے ابتدا میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی، لیکن پھر اللہ کے حکم سے عدت گھر میں گزارنے کا حکم دیا۔ فقہائے کرام نے اس سے عمومی ممانعت اور ضرورت کے تحت استثناء دونوں پہلو اخذ کیے ہیں۔ عدتِ وفات کے دوران اصل حکم گھر میں قیام ہے، مگر درج بالا معاصر مسائل کو فقہائے کرام نے حاجت و اضطرار کے اصول کے تحت جائز قرار دیا ہے، بشر طیکہ: خروج وقتی ہو، عزت، حجاب اور پردے کا لحاظ ہو، رات عدت والے گھر میں گزاری جائے۔

نتائج وسفارشات:

1. تقریری حدیث اجتہادی اصولوں میں ایک مستند ماخذ ہے۔
2. نکاح، مہر، ازدواجی حقوق، اور جدید عائلی مسائل میں اس کے اطلاقات نہایت اہم ہیں۔
3. دینی مدارس میں سنتِ تقریریہ کو صرف نظری نہیں بلکہ عملی ابواب میں شامل کیا جانا چاہیے۔
4. عصرِ حاضر کی علمی و سائنسی ترقی کو اسلامی فقہ کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے مزید تحقیق ضروری ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات

[1]

وسننہ وأیامہ (صحیح البخاری)، دار طوق النجاۃ، بیروت، باب، ج:5، ص:82، رقم:4001

[2] ۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داوٗد ,باب النھی عن الغناء، رقم:4922، ج:4، ص:281 ۔ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اعلان النکاح، رقم:1090، ج:3، ص:391۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ,۔باب الغناءوالدف، رقم:1897، ج:1، ص:611۔

[3] ۔سنن ابی داوٗد، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتیٰ مات، ج:2، ص:237، رقم:2114

[4] ۔سنن ترمذی، رقم:1145۔ سنن نسائی، رقم:3355۔ سنن ابن ماجہ، رقم:1891۔

[5] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب المراۃ تھب یومھا من زوجھالضرتھا، ج:7، ص:33، رقم:5212

[6] ۔مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، مکتبہ بشری، کراچی، رقم:1463۔

[7] ۔ صحیح مسلم، باب حکم العزل، ج:2، ص:1065، رقم:1440

[8] ۔ صحیح ابن حبان میں ہے۔رقم الحدیث:4195۔امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔السنن الکبریٰ، رقم:14304۔

[9] ۔ صحیح بخاری، باب القائف، ج:8، ص:157، رقم:6771

[10] ۔ صحیح مسلم، رقم:1459۔سنن ابی داوٗد، رقم:2267۔سنن ترمذی، رقم:2129۔

11 ۔ صحیح بخاری، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، ج:7، ص:47، رقم:5273

12 ۔ صحیح بخاری، باب شہادۃ المختبی، ج:3، ص:168، رقم:2639

[13] ۔سنن ابی داوٗد، باب فی المتوفیٰ عنہا تنتقل، ج:2، ص:291، رقم:2300